فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۶۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا پاگل کسی لڑکی کے نکاح کا ولی بن سکتا ہے؟

جواب: پاگل اور دیوانہ کی ولایت ساقط ہے، تاوقتیکہ وہ صحیح العقل ہو جائے، کیونکہ مجنون کا کوئی عمل معتبر نہیں۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْقَلَمَ قَدْ وُضِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَفِيقَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَعْقِلَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ .

''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے؛ ① مجنون سے، جب تک کہ وہ تندرست نہ ہو جائے، ② بچے سے، جب تک کہ وہ سن شعور کو نہ پہنچ جائے اور ③ سوئے ہوئے سے، جب تک کہ وہ جاگ نہ جائے۔''

(مسند علي بن الجعد : 741، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: اگر باپ مرتد ہو جائے، تو لڑکی کے نکاح کا ولی کون ہوگا؟

جواب: اگر باپ مرتد ہو جائے، تو وہ ولایت کا اہل نہیں۔ لڑکی کا کوئی قریبی مسلمان رشتہ دار ولی بن جائے گا۔

سوال: کیا ہجرت اب بھی باقی ہے؟

جواب: جب مکہ فتح ہوا، تو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ختم ہوگئی، جس کا پہلے حکم دیا

گیا تھا، کیونکہ فتح کے بعد مکہ بھی دارالاسلام بن گیا تھا۔اب بھی دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت باقی ہے۔

❀ فرمان نبوی ہے:

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ .

''فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں۔''

(صحيح البخاري : 2825)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اِنْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مکہ فتح ہوا،تو ہجرت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔''

(صحيح البخاري : 3080)

یہاں ہجرت سے مراد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت ہے، کیوں کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے کہیں بھی ہجرت نہیں ہے، کیوں کہ مکہ دارالاسلام ہے، دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت تاقیامت باقی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (852ھ) لکھتے ہیں:

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَإِنَّمَا كَانَ كَذٰلِكَ لِأَنَّ مَكَّةَ بَعْدَ الْفَتْحِ صَارَتْ دَارَ إِسْلَامٍ فَالَّذِي يُهَاجِرُ مِنْهَا لِلْمَدِينَةِ إِنَّمَا يُهَاجِرُ لِطَلَبِ الْعِلْمِ أَوِ الْجِهَادِ لَا لِلْفِرَارِ بِدِينِهٖ بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْفَتْحِ .

''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، فتح کے بعد مکہ دارالاسلام بن گیا ہے،تو اب

مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت طلب علم یا جہاد کے لئے ہوگی، نہ کہ دین بچانے کے لئے، جیسا کہ فتح مکہ سے پہلے تھی۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 10/185)

سوال: ''ہدی'' سے مراد کیا ہے؟

جواب: ''ہدی'' سے مراد وہ جانور ہے، جو حرم کعبہ کی طرف بھیجا جائے۔

سوال: کیا کسی صورت میں ہدیہ قبول کرنے سے انکار بھی کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی ہدیہ (تحفہ) دے، تو اسے قبول کرنا چاہیے، نیز ہدیہ کا تبادلہ ہونا چاہیے، البتہ بعض صورتوں میں ہدیہ قبول کرنے سے انکار بھی کیا جا سکتا ہے، مثلاً آپ منصب قضا پر ہیں یا کسی ایسے عہدے پر جس پر ہدیہ قبول کرنا ناپسندیدہ ہو، تو ہدیہ قبول نہ کریں، یہی مستحب ہے۔

❀ صعب بن جثامہ نے نبی کریم ﷺ کو ہدیہ میں جنگلی گدھا پیش کیا، آپ نے وہ گدھا انہیں واپس کر دیا، کیوں کہ آپ احرام میں تھے۔ فرمایا:

لَوْلَا اَنَّا مُحْرِمُونَ، لَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ .

''اگر ہم لوگ حالت احرام میں نہ ہوتے، تو آپ کا ہدیہ قبول کر لیتے۔''

(صحيح مسلم : 1194)

سوال: غیر مسلموں سے ہدیہ قبول کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مسلموں اور مشرکوں کو ہدیہ دیا بھی جا سکتا ہے اور اُن سے ہدیہ قبول بھی کیا جا سکتا ہے۔

❀ نبی کریم ﷺ کو ''اُکیدر'' نامی بادشاہ نے ریشمی جبہ بطور ہدیہ بھیجا، تو

آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔

(صحيح البخاري : 2615، 2616، صحيح مسلم : 2469)

سوال: جس کا مال حرام ہو، کیا اس کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے؟

جواب: جس کا مال حرام ہو، تو شرعاً اس کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے۔ حرام مال کمانے کا گناہ اس کے سر ہوگا۔

سوال: ہاتھ ضائع کرنے پر کتنی دیت ہے؟

جواب: ایک ہاتھ ضائع کرنے پر نصف دیت ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ فِي الْيَدِ نِصْفَ الدِّيَّةِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ ہاتھ کی دیت نصف ہے۔''

(الإشراف : 425/7)

سوال: دوران اعتکاف بیوی سے ملاقات کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ممکن ہو، تو دوران اعتکاف بیوی سے ملاقات کی جا سکتی ہے، البتہ دوران اعتکاف مباشرت جائز نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾

(البقرة : 187)

''جب تم مسجدوں میں اعتکاف کر رہے ہو، تو اپنی بیویوں سے مباشرت مت

کرو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان کے قریب بھی مت پھٹکو، اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ متقی بن جائیں۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ حالت اعتکاف میں مسجد سے اپنا سر میرے نزدیک کر دیتے تھے، میں اپنے حجرہ میں ہوا کرتی تھی، تو میں آپ کا سر دھو دیتی اور کنگھی کر دیتی تھی، حالاں کہ میں حائضہ ہوتی تھی۔''

(صحيح البخاري : 295، صحيح مسلم : 9/297)

❁ اُم المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے دوران اعتکاف ملاقات کی۔ (بخاری:۲۰۳۸)

سوال: ایفائے عہد سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایفائے عہد سے مراد وعدہ پورا کرنا ہے۔ مسلمان کا شیوہ ہے کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو وفا کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے۔ وعدہ خلافی کرنا منافق کی نشانی ہے۔ ایسا شخص بہت جلد معاشرے میں غیر معتبر قرار دے دیا جاتا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾(الإسراء : 34)

''عہد پورا کریں اس بارے میں ضرور باز پرس ہوگی۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا﴾(البقرة : 177)

''وہ (مؤمنین) وعدہ پورا کرتے ہیں۔''

❁ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَاَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ﴾(النّحل :91)

''جب اللہ سے عہد واثق کرو، تو اسے پورا کرو۔''

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾(المائدة :1)

''اہل ایمان! وعدوں کو پورا کرو۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ؛ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

''منافق کی تین نشانیاں ہیں؛ جب بات کرتا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے، تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 33، صحيح مسلم : 59)

سوال: سر کے بال کیسے ہونے چاہئیں؟

جواب: سر کے بال اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ جن میں ہیبت وسطوت بھی ہے اور حسن و جمال بھی۔ سنتِ رسول کے مطابق بال رکھنے سے جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوش نودی حاصل ہوتی ہے، وہاں قیام دین اور غلبہ اسلام کی بہترین کوشش بھی ہے۔

آج کے مسلمان کفار کی وضع قطع اور تہذیب وتمدن کے دل دادہ ہیں۔ جب سے انہوں نے اپنے عملی امتیازات ترک کیے، مجبور و مقہور ہو کر رہ گئے ہیں، اپنا مذہبی تشخص اور اسلامی شعار کھو بیٹھے ہیں۔ ان کے اور اللہ کے باغیوں کے مابین ظاہری فرق اور امتیاز ختم

ہو گیا ہے۔

مسلمانوں کی غفلت و سرکشی اور بدعملی کا یہ عالم ہے کہ فطرت پرست انسان انہیں ایک نظر نہیں بھاتا۔ مغلوبیت کے ماروں نے کفار کی دیکھا دیکھی مسنون بالوں سے نفرت شروع کر دی ہے، کفار بالوں سے نفرت بھی کرتے ہیں اور بالوں سے ڈرتے بھی ہیں۔

گو بالوں کا تعلق عبادات سے نہیں معاملات سے ہے، لیکن بال رکھنے میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اختیار کرنا مستحب ضرور ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ کفار کی مشابہت میں الٹے سیدھے بال رکھنا کسی صورت درست نہیں۔

افسوس کن امر ہے کہ بعض خاصے مذہبی قسم کے لوگ بھی دین دار نوجوانوں کو سختی کے ساتھ بال کٹوانے کا حکم دیتے نظر آتے ہیں، حالانکہ مستحب امور کی ترغیب ہونی چاہیے۔

بعض احباب یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ بڑے بالوں کو سنوارنا مشکل ہے اور اس سے طالبِ علم کا حرج ہوتا ہے۔ لیکن یہ وہم ہے، کیوں کہ دین آسان ہے اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ چھوٹے بال سنوارنا قدرے مشکل ہے، بل کہ ان کے سنوارنے میں زیادہ اخراجات اٹھتے ہیں اور وقت کا ضیاع ہے۔

مسلمان گھرانوں میں بچپن ہی سے اسلامی آدابِ معاشرت سکھائے جائیں تاکہ بڑے ہو کر اسلامی شعار اور اسلامی طرزِ زندگی اپنا سکیں اور پوری دنیا کے سامنے اسلامی تہذیب و تمدن کا بہترین نمونہ پیش کر سکیں۔

بصد معذرت کہ یہ سنت ہمارے معاشرے میں تو متروک ہوئی ہی تھی، مدارس دینیہ سے جبرا نکال دی گئی۔ جہاں سنت کا احیا چاہیے تھا، وہاں سنت کے ساتھ استہزا ہوتا ہے۔ طلباء کو زلفیں رکھنے سے صرف روکا ہی نہیں جاتا، بل کہ کوئی رکھ لے، تو خروج بھی لگ سکتا

ہے۔ چھوٹی عمر میں بالوں پر قینچی چلا دی جاتی ہے۔ اس معصوم کی فطرت کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ طلبا کو مدارس سے محبت سنت کا درس ملتا، مگر یہاں تو سنت رسول کو دیس نکالا دیا جا رہا ہے۔ اسی باعث بیسیوں طلبا بدک جاتے ہیں۔ مدرسہ سے بھاگ لیتے ہیں۔ بھاگ نہ سکیں، تو ایک تنفر کی فضا ضرور بن جاتی ہے۔

ارباب مدارس! یاد رکھیے! بال سنوارنا ایک مخصوص عمر کی نفسیات ہیں۔ آپ کاٹیں یا چھوڑیں، وہ اپنا شوق پورا کرتا رہے گا، تو کیوں نہ اس کی فطرت مارنے کے بجائے، اسے درست رخ دے دیا جائے۔ اسے متنفر کرنے کے بجائے، محبت کا درس دیا جائے۔ وہ بال سنت کے مطابق رکھے، سنت کے لئے عوام الناس میں مثال قائم ہو، یاد رکھیے کہ بال رکھنے سے ایمان بگڑے گا، نہ اسلام جائے گا۔

ہمارے ہاں ایک اور خطا پر مبنی نظریہ بھی پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ بال برابر رکھنے چاہیے۔ چھوٹے رکھیں، تو برابر۔ بڑے رکھیں، تو برابر۔ طرہ یہ کہ اسے اسلام کا حکم قرار دیا جاتا ہے۔ میرے بھائی! شوق سے برابر برابر کی رٹ لگائیں، اسے اسلام کے سر تو نہ تھوپیں، نبی کریم ﷺ سے صرف تین طرح کے بال رکھنا ثابت ہے، جن کا ذکر آ رہا ہے، برابر وغیرہ والا نظریہ اسلام ہوتا، تو نبی کریم ﷺ، اصحاب رسول ﷺ اور ائمہ سلف ضرور تصریح کرتے۔ واللہ اعلم

رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک:

رسول اللہ ﷺ کے بال تین طرح کے تھے۔

① جُمَّہ

کندھوں پر لٹکتی زلفیں۔

② لِمَّہ

کانوں کی لو سے بڑھی ہوئی زلف۔

③ وَفْرَہ

کانوں کی لو تک پہنچی ہوئی زلفیں۔

نوٹ:

لِمَّہ اور جُمَّہ ایک دوسرے کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہیں۔

معروف لغوی، حافظ نووی رحمہ اللہ (م:٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ اللُّغَةِ : الْجُمَّةُ أَكْثَرُ مِنَ الْوَفْرَةِ، فَالْجُمَّةُ؛ الشَّعْرُ الَّذِي نَزَلَ إِلَى الْمَنْكِبَيْنِ، وَالْوَفْرَةُ؛ مَا نَزَلَ إِلٰى شَحْمَةِ الْأُذُنَيْنِ، وَاللِّمَّةُ؛ الَّتِي لَمَّتْ بِالْمَنْكِبَيْنِ .

''اہل لغت کہتے ہیں کہ جُمَّہ بال وَفرہ سے بڑے ہوتے ہیں۔ جمہ کندھوں پر لٹکتے بالوں کو کہتے ہیں۔ وفرہ وہ بال، جو کانوں کی لو تک پہنچیں اور لِمَّہ مونڈھوں کو چھوتے ہیں۔''

(شرح صحیح مسلم: ٢/٢٨٥)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں:

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ شَعْرُهٗ مَنْكِبَيْهِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈھوں کو چھوتے تھے۔''

(صحیح مسلم: ٩٥/٢٣٣٨)

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ جُمَّتَهٗ لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِّنْ مَّنْكِبَيْهِ .

''آپ ﷺ کے جُمّہ بال کندھوں کے قریب پہنچتے تھے۔''

(صحيح البخاري : ٥٩٠١)

❁ سنن نسائی (٥٠٦٣) کی روایت میں ہے:

رَأَيْتُ لَهٗ لِمَّةً تَضْرِبُ قَرِيبًا مِّنْ مَّنْكِبَيْهِ .

''میں نے آپ ﷺ کے لِمّہ بال دیکھے، جو کندھوں کے قریب تھے۔''

❁ ایک روایت میں ہے:

شَعْرُهٗ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ .

''آپ ﷺ کے بال کندھوں کو چھوتے تھے۔''

(صحيح مسلم : ٩٢/٢٣٣٧)

❁ قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے بالوں کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا:

كَانَ شَعَرًا رَّجِلًا، لَيْسَ بِالْجَعْدِ وَلَا السَّبْطِ، بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهٖ .

''آپ ﷺ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل گھنگریالے۔ وہ آپ ﷺ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان پڑتے تھے۔''

(صحيح مسلم : ٩٤/٢٣٣٨)

❁ مسند ابو یعلی (٢٨٤٧، وسندہ صحیح) کے الفاظ ہیں:

بَيْنَ الْجِيدِ وَعَاتِقِهٖ .

”گردن اور کندھوں کے درمیان تھے۔“

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَهٗ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنِهٖ .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کی لوتک تھے۔“

(صحيح البخاري : ٣٥٥١)

❁ صحیح مسلم (٩١/٢٣٣٧) میں یوں ہے:

عَظِيمُ الْجُمَّةِ إِلٰى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے جمہ بال تھے، جو کانوں کی لوتک تھے۔“

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کے وسط تک تھے۔“

(صحيح مسلم : ٩٦/٢٣٣٨)

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں:

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کی لوتک تھے۔“

(سنن أبي داوٗد : ٤١٨٥، سنن النّسائي : ٥٠٦٤، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُجَاوِزُ شَعْرُهٗ أُذُنَيْهِ .

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں سے بڑھے ہوئے تھے۔“

(مسند الإمام أحمد : ١٤٢/٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابورمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں والدِگرامی کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میرے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

كُنْتُ أَظُنُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَّا يُشْبِهُ النَّاسَ، فَإِذَا بَشَرٌ لَّهٗ وَفْرَةٌ، وَبِهَا رَدْعٌ مِّنْ حِنَاءٍ.

''میرا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں جیسے نہیں ہوں گے،لیکن اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بشر ہیں۔آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے اور انہیں مہندی لگی ہوئی تھی۔''

(مسند الإمام أحمد : ٢٢٦/٢، ٢٢٨، وسندهٗ صحيحٌ، وصحّحه ابن حبّان : ٥٩٩٥، والحاكم : ٤٢٥/٢، ووافقه الذهبي)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ الْوَفْرَةِ وَدُونَ الْجُمَّةِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال وفرہ (کانوں کی لو) سے زیادہ اور جمہ (کندھوں) سے کم تھے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٤١٨٧، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سنن ترمذی (۱۷۵۵، وقال: حسن صحیح غریب) اور شمائل ترمذی (۲۴، وسندہ حسن) میں الفاظ ہیں:

فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُونَ الْوَفْرَةِ .

''نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بال جمہ سے زیادہ اور وفرہ سے کم تھے۔''

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''ان الفاظ کے مابین ہمارے شیخ نے سنن ترمذی کی شرح میں یوں تطبیق دی ہے کہ زیادہ یا کم کے الفاظ ایک دفعہ جگہ کے اعتبار سے بولے گئے اور دوسری دفعہ قلت و کثرت کے اعتبار سے۔یعنی جمہ سے اوپر تھے، جگہ کے اعتبار سے اور جمہ سے کم تھے، مقدار میں۔اسی طرح بالعکس بھی۔یہ اچھی تطبیق ہے۔''

(فتح الباري : ۳۵۸/۱۰)

نیز دیکھیں؛

(قوت المغتذي على جامع التّرمذي للسّيوطي : ۴۴۳/۱)

تنبیہ:

بعض صوفی اور ملنگ لمبے لمبے بال رکھتے ہیں، حتی کہ کمر تک جا پہنچتے ہیں۔ یہ عمل درست نہیں۔شریعت نے ایسے بالوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا۔

سوال: ''ولی'' کا لفظ کن معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے؟

جواب: لفظِ ولی مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

❁ امام اللغۃ محمد بن زیاد ہاشمی رحمہ اللہ (۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

أَلْمَوْلَى الْمَالِكُ وَهُوَ اللّٰهُ وَالْمَوْلَى ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُعْتِقُ وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْجَارُ وَالْمَوْلَى الشَّرِيْكُ وَالْمَوْلَى الْحَلِيْفُ وَالْمَوْلَى الْمُحِبُّ وَالْمَوْلَى أَللَّوِى وَالْمَوْلَى الْوَلِيُّ وَمِنْهُ

قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، مَعْنَاهُ مَنْ تَوَلَّانِي فَلْيَتَوَلَّ عَلِيًّا ....

''لفظ مولیٰ مالک کے معنی میں بھی مستعمل ہے، جوکہ صرف اللہ کی ذات ہے، مولیٰ کا لفظ چچا زاد، غلام آزاد کرنیوالے، آزاد کردہ غلام، ہمسایہ، حصہ دار، حلیف، محبت کرنے والے، جھنڈا اُٹھانے والے اور دلی دوست پر بولا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ جس کا میں مولیٰ ہوں، اس کے علی مولیٰ ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کا میں دلی دوست ہوں، علی بھی اس کے دلی دوست ہونے چاہئیں ......۔''

(تاریخ دِمَشق لابن عساکر : 238/42؛ وسندہٗ صحیحٌ)

❁ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

قَدْ تَكَرَّرَ ذِكْرُ المَوْلٰى فِي الْحَدِيثِ، وَهُوَ اسْمٌ يَّقَعُ عَلٰى جَمَاعَةٍ كَثِيرَةٍ، فَهُوَ الرَّبُّ، وَالْمَالِكُ، وَالسَّيِّدُ، وَالْمُنْعِمُ، وَالْمُعْتِقُ، وَالنَّاصِرُ، وَالْمُحِبُّ، وَالتَّابِعُ، وَالْجَارُ، وَابْنُ الْعَمِّ، وَالْحَلِيفُ، وَالْعَقِيدُ، وَالصِّهْرُ، وَالْعَبْدُ، وَالْمُعْتَقُ، وَالْمُنْعَمُ عَلَيْهِ، وَأَكْثَرُهَا قَدْ جَاءَ تْ فِي الْحَدِيثِ، فَيُضَافُ كُلُّ وَاحِدٍ إِلٰى مَا يَقْتَضِيهِ الْحَدِيثُ الْوَارِدُ فِيهِ، وَكُلُّ مَنْ وَلِيَ أَمْرًا أَوْ قَامَ بِهٖ فَهُوَ مَوْلَاهُ وَوَلِيُّهٗ، وَقَدْ تَخْتَلِفُ مَصَادِرُ هٰذِهِ الْأَسْمَاءُ، فَالْوَلَايَةُ بِالْفَتْحِ فِي النَّسَبِ وَالنُّصْرَةِ وَالْمُعْتِقِ، وَالْوِلَايَةُ

بِالْكَسْرِ، فِي الْإِمَارَةِ، وَالْوَلَاءُ، الْمُعْتَقُ وَالْمُوَالَاةُ مَنْ وَالَى الْقَوْمَ، وَمِنْهُ الْحَدِيثُ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فِي الْهَرَوِي قَالَ أَبُو الْعَبَّاسُ : أَيْ مَنْ أَحَبَّنِي وَتَوَلَّانِي فَلْيَتَوَلَّهُ، وَقَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيُّ : الْوَلِيُّ التَّابِعُ الْمُحِبُّ .

''مولیٰ کا لفظ حدیث میں بار بار آیا ہے۔ یہ لفظ بہت سے امور پر بولا جاتا ہے۔ اس کا اطلاق ربّ، مالک، سردار، محسن، آزاد کرنے والے آقا، ناصر، محبّ، تابع، پڑوسی، چچازاد، حلیف، معاہد، سسرالی رشتہ دار، غلام، آزاد کردہ غلام اور اس شخص پر کیا جاتا ہے، جس پر کوئی احسان کیا گیا ہو۔ احادیث میں لفظ مولیٰ مذکورہ بالا اکثر معانی میں استعمال ہوا ہے، تو ہر حدیث میں لفظ مولیٰ کا وہی معنی کیا جائے گا، جس کا متن حدیث متقاضی ہوگا، جو شخص کسی کام کا ذمہ دار بنے اور اس کا اہتمام کرے، وہ اس کا مولیٰ اور ولی ہوتا ہے۔ بسا اوقات ان اسما کے مصادر مختلف ہو جاتے ہیں۔ فتحہ کے ساتھ وَلایۃ کا اطلاق نسب، نصرت اور غلام آزاد کرنے والے پر ہوتا ہے۔ کسرہ کے ساتھ وِلایت امارت کے معنی میں ہوتی ہے۔ ولاء آزاد کردہ غلام کو کہتے ہیں، موالاۃ قوم کے والی پر بولا جاتا ہے۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ» ابو العباس کے مطابق اس سے مراد یہ کہ جس نے مجھ سے محبت کی اور میری دوستی اختیار کی، وہ علی کو بھی دوست بنائے۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ ولی تابع اور محبّ کو کہتے ہیں۔'' (النّهاية في غريب الحديث : 225/5)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے ''ہاتھ'' ثابت ہے؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ید (ہاتھ) ثابت ہے۔ یہ حقیقت پر محمول ہے، مگر اس کی کیفیت کا علم اللہ کے پاس ہے۔ ہاتھ کا معنیٰ ''قبضہ وقدرت'' کرنا تاویل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ید (ہاتھ) قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہے۔

❁ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ يَدَيْنِ، بِذٰلِكَ وَرَدَ النَّصُّ فِي الْكِتَابِ وَالْأَثَرِ .

''اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں۔ ان کے بارے میں کتاب وسنت میں نصوص وارد ہوئی ہیں۔''

(الرّدّ علی من أنکر الحرف والصّوت، ص 263)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ﴾ (المائدة : ٦٤)

''بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ فراخ ہیں، جیسے چاہے، خرچ کرتا ہے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ (صٓ : ٧٥)

''(اے ابلیس!) آدم کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا، اسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا تھا۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ .

''اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔''

(صحيح مسلم : 1827)

❁ ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ يَسْتُرُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَسْتُرُهُ بِيَدِهِ، فَيَقُولُ : تَعْرِفُ مَا هٰهُنَا؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ يَا رَبِّ! فَيَقُولُ : أُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَكَ .

''اللہ تعالیٰ روز قیامت بندے کو اپنے ہاتھ سے ڈھانپے گا، پھر فرمائے گا: کیا تو جانتا ہے یہاں کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: ہاں اے میرے رب! اللہ فرمائے گا: میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١٨١/١٣، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع بن عمر جمحی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ يَدِ اللّٰهِ أَوَاحِدَةٌ أَوِ اثْنَتَانِ؟ فَقَالَ : بَلِ اثْنَتَانِ .

''میں نے ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے بارے میں پوچھا کہ وہ ایک ہے یا دو ہیں؟ فرمایا: دو۔''

(الرّدّ على المَريسي للدّارمي : ٢٨٦/١، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَذَكَّرْتُ مَا جِمَاعُ الْخَيْرِ، فَإِذَا الْخَيْرُ كَثِيرٌ؛ الصَّوْمُ وَالصَّلَاةُ، وَإِذَا هُوَ فِي يَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِذَا أَنْتَ لَا تَقْدِرُ عَلٰى مَا فِي يَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا أَنْ تَسْأَلَهٗ فَيُعْطِيَكَ، فَإِذَا جِمَاعُ الْخَيْرِ الدُّعَاءُ .

''میں نے نیکی کے خزانوں پر غور کیا، تو وہ بہت زیادہ تھے، مثلاً نماز، روزہ

وغیرہ، لیکن (پھر خیال آیا کہ) وہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں، آپ ان کی طاقت ہی نہیں رکھتے، ہاں! ایک صورت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور وہ آپ کو دے دے، چنانچہ خیر و بھلائی کا خزانہ ایک ہی ہوا، وہ دعا ہے۔''

(الزُّهد للإمام أحمد : ٣٤٦، وسندهٗ حسنٌ)

۞ **اوزاعی** رحمہ اللہ **کہتے ہیں:**

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلٰى ابْنٍ لَّهٗ كُتُبًا، وَكَانَ فِي أَوَّلِ مَا كَتَبَ : إِنِّي أَسْأَلُ اللّٰهَ الَّذِي بِيَدِهِ الْقُلُوبُ، يَصْنَعُ فِيهَا مَا شَاءَ، مِنْ هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ .

''عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو خط لکھا، پہلی بات یہ تھی، میں اس سے سوال کرتا ہوں جس کے ہاتھ میں تمام دل ہیں، ان میں ہدایت یا گمراہی جو چاہے، ڈال دیتا ہے۔''

(القدر للفِريابي : ٤١٠، وسندهٗ حسنٌ)

۞ **زید بن اسلم** رحمہ اللہ **کہتے ہیں:**

''جب اللہ تعالیٰ نے تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا، تو فرمایا: اللہ کے نام کے ساتھ، یہ اللہ کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب اپنے بندے موسیٰ کے لیے ہے، وہ میری تسبیح و تقدیس بیان کرتا ہے، میرے نام کی جھوٹی قسم نہیں اٹھاتا، کیونکہ جو میرے نام کی جھوٹی قسم اٹھاتا ہے، میں اسے پاک نہیں کروں گا۔''

(الرّدّ على من يقول : القرآن مخلوق لأبي بكر النّجاد : ١٠١، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ **وردان بن خالد** رحمہ اللہ **کہتے ہیں:**

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، جبریل علیہ السلام، اپنے عرش اور قلم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، نیز تورات اپنے ہاتھ سے لکھی، وہ کتاب بھی اپنے ہاتھ سے لکھی، جو اسی کے پاس ہے، کسی دوسرے کو اس پر اطلاع نہیں۔''

(الرّد على من يقول: القرآن مخلوق لأبي بكر النّجاد: ١٠٥، وسندهٗ حسنٌ)

۞ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَلَقَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَرْبَعَةَ أَشْيَاءَ بِيَدِهٖ، وَخَلَقَ الْقَلَمَ بِيَدِهٖ، وَخَلَقَ جَنَّةَ عَدْنٍ بِيَدِهٖ.

''اللہ تعالیٰ نے چار چیزیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیں، نیز قلم اور جنت عدن کو بھی اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔''

(الزُّهد لهنّاد بن السّري: ٤٥، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ عکرمہ رحمہ اللہ ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾(المائدہ: ٦٤) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يَعْنِي الْيَدَيْنِ. ''مراد دونوں ہاتھ ہیں۔''

(الرّدّ على المرسي للدّارمي: ١/٢٨٥-٢٨٦، وسندهٗ حسنٌ)

۞ مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كِلْتَا يَدَيِ الرَّحْمٰنِ يَمِينٌ. ''رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔''

راوی (ابو یحییٰ) کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: ﴿وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهٖ﴾(الزّمر: ٦٧) ''آسمان اس کے دائیں ہاتھ پر لپیٹے ہوئے ہوں گے۔'' تو اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا: جہنم کے پل پر۔''

(الرّدّ علی المَریسي للدّارمي : ۱/۲٦۷۔۲٦۸، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: سورت حج میں کتنے سجدے ہیں؟

جواب: سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔

❁ ثعلبہ بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سورۂ حج کی قرأت کی، اس میں دو سجدے کیے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 11/2، شرح معاني الآثار للطّحاوي : 362/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سورۂ حج میں دو سجدے کرتے دیکھا۔''

(مؤطا الإمام مالك : 206/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔''

(السّنن الكبرٰی للبيهقي : 318/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے سورۂ حج میں دو سجدے کیے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 11/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سورۂ حج کے آخری سجدہ کی تلاوت کی اور منبر سے اتر کر سجدہ کیا۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 18/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سورۂ حج میں دو مبارک اور طیب سجدے ہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 11/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ زر بن حُبَیش اور ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہما اللہ سورۂ حج میں دوسجدے کرتے تھے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابواسحاق سبیعی رحمہ اللہ (۱۲۷ھ) فرماتے ہیں:

''میں ستر سال سے لوگوں کو سورۂ حج میں دوسجدے کرتے دیکھ رہا ہوں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/2، وسندهٗ صحيحٌ)

امام شافعی (الام : ۱/ ۱۳۸)، امام احمد بن حنبل (مسائل احمد واسحاق : ۱/ ۹۱)، امام اسحاق بن راہویہ (جامع ترمذی تحت حدیث : ۵۷۸) اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ (جامع ترمذی تحت حدیث: ۵۷۸) سورۂ حج میں دوسجدوں کے قائل ہیں۔

تنبیہ:

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، کیا سورۂ حج میں دوسجدے ہیں؟ فرمایا: ہاں، سورۂ حج میں دوسجدے ہیں، جس نے یہ دوسجدے نہ کیے، اس نے ان دونوں کو نہیں پڑھا۔''

(سنن أبي داوٗد : 1402، سنن التّرمذي : 578)

سند ضعیف ہے۔

❁ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''غیر ثابت'' قرار دیا ہے۔

(السّنن الکبریٰ للبیهقي، تحت الحدیث : 3728)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهٗ بِذَاكَ الْقَوِيِّ.

''اس حدیث کی سند قوی نہیں۔''

اگرچہ ابن لہیعہ سے عبادلہ کی روایت کو اہل علم نے قبول کیا ہے، مگر یہاں صراحت کے ساتھ اس حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے، لہٰذا یہ روایت ان سے مستثنیٰ ہے۔

مشرح بن ہاعان ثقہ ہے، مگر اس نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بعض منکر روایات بیان کی ہیں، مذکورہ روایت بھی عقبہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ یہ بھی اس کی منکر روایات میں سے ہے، کیونکہ اس پر اہل علم نے نقد کر دیا ہے۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا.

''مشرح بن ہاعان نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کئی منکر روایات بیان کی ہیں، جن پر متابعت نہیں کی گئی۔''

(كتاب المَجروحين : 28/3)

فائدہ نمبر ①:

۞ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ سورۂ حج میں ایک سجدہ ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/2)

ہشیم بن بشیر کے ''عنعنہ'' کی وجہ سے سند ''ضعیف'' ہے، نیز ان کے اپنے فتویٰ کے خلاف بھی ہے۔

فائدہ نمبر ②:

۞ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ سورۂ حج میں پہلا سجدہ عزیمت

(پختگی) کے لیے اور دوسرا برائے تعلیم ہے، آپ رضی اللہ عنہ سورۂ حج میں سجدہ نہیں کرتے تھے۔

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :362/1)

سند ''ضعیف'' ہے۔عبدالاعلیٰ بن عامر ثعلبی جمہور کے نزدیک ''قوی'' نہیں ہے۔

(فتح الباری لابن حَجَر : 124/12)

فائدہ نمبر ③:

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سورۂ حج میں ایک سجدہ ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 12/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول صحابہ کے اقوال وافعال کے مقابلہ میں حجت نہیں۔